

تقسیم وراثت کی اہمیت

www.deeneislam.com

حضرت مولانا مفتی عبدالرزاق صاحب سکھوڑی مدظلہ



مطبوعہ و ترقیب
مؤرخہ عبدالرزاق

۱۷۷	میت کے مال میں چار حقوق ہیں
۱۷۸	پہلا حق: کفن و دفن کا انتظام
۱۷۸	دوسرا حق: اداء قرض
۱۷۸	بیوہ سے زبردستی مہر معاف کرانا
۱۷۹	شادی کے بعد پہلی رات میں بیوی سے مہر معاف کر لینا
۱۷۹	وارثین قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کریں
۱۸۰	تیسرا حق ”وصیت“
۱۸۱	چوتھا حق ”وراثت“
۱۸۲	میت کے مال کو استعمال میں لانا
۱۸۲	حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط
۱۸۳	ہماری بد احتیاطی
۱۸۳	میراث تقسیم نہ کرنے میں تین ظلم
۱۸۴	مرنے کے فوراً بعد میراث تقسیم کر دیں
۱۸۵	حضرت تھانویؒ اور حقوق العباد کا اہتمام
۱۸۶	خوف خدا ہر کام کرا دیتا ہے
۱۸۶	میرے داد کا معمول
۱۸۷	دوسروں کا مال دبا لینا ظلم ہے
۱۸۸	وہ ظلم جو ہمارے معاشرے میں پھیلا ہوا ہے

۱۸۹

ایک عبرتناک واقعہ

۱۹۱

دو صحابہ کرامؓ کا ایک عجیب معاملہ

۱۹۱

دس دنوں کی وجہ سے عذاب

۱۹۲

انگلیوں میں تکلیف

۱۹۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت

۱۹۳

جہیز دینے سے بیٹیوں کا حصہ میراث ختم نہیں ہوتا

۱۹۲

بھائی چاہئے یا مال چاہئے؟

۱۹۲

بہنوں سے دست برداری کرالینا درست نہیں

۱۹۵

ہندوانہ ذہنیت

۱۹۵

بہنوں کا حصہ پہلے ان کے قبضہ میں دو

۱۹۲

گھر کے اسباب و سامان پر بیوہ کا قبضہ

۱۹۶

پہلے فتویٰ حاصل کریں

۱۹۷

خونناک عذاب اور وعید

۱۹۷

یتیم کا مال کھانا حرام ہے

۱۹۸

حقیقی مفلس کون؟

۱۹۹

ہر بندے کے تین رجسٹر

۲۰۰

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقسیم وراثت کی اہمیت

اور

اس میں پائی جانے والی کوتاہیاں

الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره
ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن
سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل الله فلا
هادي له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له، ونشهد
ان سيدنا ونبينا ومولانا محمدا عبده ورسوله، صلى الله تعالى عليه
وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا-
اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله
الرحمن الرحيم، ان الذين ياكلون اموال اليتامى ظلما
انما ياكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا ○
صدق الله العظيم-

میت کے مال میں چار حقوق ہیں

میرے قابل احترام بزرگو! اس وقت میں معاشرے میں پائی جانے والی ایک
بہت سنگین کوتاہی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، جس کی طرف سے ہمارے پورے
معاشرے میں بڑی غفلت پائی جا رہی ہے۔ اچھے خاصے دیندار اور پڑھے لکھے لوگ

اس غفلت میں مبتلا نظر آتے ہیں، یہ سنگین کوتاہی میراث تقسیم نہ کرنا ہے، جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو انتقال کے فوراً بعد قرآن و حدیث کی روشنی میں مرنے والے کے مال سے ترتیب وار چار حق وابستہ ہو جاتے ہیں۔

پہلا حق ”کفن و دفن کا انتظام“

پہلا حق یہ ہے کہ اسکے مال و جائیداد سے اسکے کفن و دفن کے انتظام کیلئے متوسط طور پر خرچ کیا جائے، اگر کوئی دوسرا شخص اپنی طرف سے کفن و دفن کا انتظام کر دے تو اسکی بھی اجازت ہے۔

دوسرا حق ”اداء قرض“

دوسرا حق جو مرنے والے کے مال سے وابستہ ہو جاتا ہے، وہ ہے اداء قرض۔ لہذا دوسرے نمبر پر یہ دیکھا جائے کہ مرنے والے نے کتنے قرضے واجب الاداء چھوڑے ہیں؟ پھر مرنے والے کے مال سے ان قرضوں کو ادا کرنا پسماندگان پر واجب ہے، ان قرضوں میں بیوی کا مہر بھی داخل ہے، لہذا اگر مرنے والے نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا، اور بیوی نے خوش دلی سے معاف بھی نہیں کیا تھا تو پسماندگان کے ذمے اس کا مہر ادا کرنا واجب ہے۔ اور بیوی کو یہ مہر میراث کے علاوہ ملے گا، اسلئے کہ بیوی کے میراث کے حصے سے مہر کا کوئی تعلق نہیں، لہذا مہر الگ ادا کرنا ضروری ہے، اور میراث کا حصہ الگ ادا کرنا ضروری ہے۔

بیوہ سے زبردستی مہر معاف کرانا

شوہر کے انتقال کے بعد جب اس کا جنازہ گھر سے نکلنے لگتا ہے تو بعض خواتین اس موقع پر بیوہ کو مہر معاف کرنے کے لئے مجبور کرتی ہیں، اور اس سے کہتی

ہیں کہ تم جلدی سے مہر معاف کر دو، وہ بیوی بیچاری پہلے ہی شوہر کے انتقال کے صدے میں نڈھال ہوتی ہے، دوسری طرف خواتین اس سے زبردستی مہر معاف کراتی ہیں۔ خوب سمجھ لو! اول تو اس طرح سے مہر معاف کرانا ناجائز ہے۔ اور اگر وہ بیوہ مجبور ہو کر بادل ناخواستہ مہر معاف کر دے تو بھی معاف نہیں ہوگا، بلکہ اگر شوہر اپنی زندگی میں بھی زبردستی بیوی سے مہر معاف کرائے تو بھی معاف نہیں ہوگا۔

شادی کے بعد پہلی رات میں بیوی سے مہر معاف کرا لینا

بعض جگہ دستور ہے کہ نکاح ہو جانے کے بعد پہلی رات میں شوہر اپنی بیوی سے مہر معاف کرا لیتا ہے، اور یہ دباؤ ڈالتا ہے کہ میں اس وقت تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا جب تک تم مہر معاف نہیں کرو گی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ شوہر کا اس طرح سے زبردستی مہر معاف کرانا ناجائز ہے، اور اس طرح معاف کرانے سے مہر معاف بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ مرد ہو کر عورت سے اپنا مہر معاف کرائے۔ اللہ بچائے۔ بلکہ اگر کسی شوہر کی نیت ہی مردینے کی نہیں تھی، بلا مہر نکاح کرنا مقصود تھا تو ایسی صورت میں اس شوہر کا اپنی بیوی سے ملنا ”زنا“ کے برابر ہے۔

وارثین قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کریں

بہر حال قرضوں کی ادائیگی میں بیوی کا مہر بھی داخل ہے، اگر کسی نے زندگی میں ادا نہیں کیا تھا تو اسکے مال سے کفن و دفن کے اخراجات پورے کرنے کے بعد دوسرے قرضوں کے ساتھ اسکو بھی ادا کیا جائیگا۔ اگر ان قرضوں کی ادائیگی میں اس کا سارا مال و جائیداد بھی خرچ کرنا پڑے، تب بھی خرچ کر دیا جائے گا، پسماندگان

کو چاہئے کہ اس میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کریں، ورنہ جب تک اس کا قرض باقی رہیگا، مرنے والے کی روح جنت میں جانے سے روک دی جائیگی، اسلئے کہ یہ قرض حق العبد ہے، اور جب تک بندے کا حق باقی رہیگا، وہ آگے نہیں جاسکے گا، اسلئے اپنے مرنے والے پر رحم کرنا چاہئے، اور جہاں تک ممکن ہو، اسکے قرضوں کی ادائیگی کا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔

جو قرضے مرنے والا لکھ کر چھوڑ گیا ہے، وہ تو ادا کرنے ہی ہیں، اسکے علاوہ بھی اگر یہ اندیشہ ہو کہ مرحوم کو قرضے وغیرہ کی لکھنے کی عادت نہیں تھی، تو اس صورت میں اسکے احباب سے اور جن لوگوں سے اسکے معاملات ہوتے تھے، ان سے معلوم کر لینا چاہئے، اور جو قرضے ثابت ہو جائیں ان کو ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

تیسرا حق ”وصیت“

تیسرا حق جو مرنے والے کے مال سے وابستہ ہو جاتا ہے وہ ”وصیت“ ہے لہذا یہ دیکھا جائے گا کہ مرنے والے نے کوئی جائز وصیت کی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی جائز وصیت کی ہو تو باقی مال و جائیداد کے ایک تہائی حصے کی حد تک ان وصیتوں کو پورا کیا جائیگا۔ البتہ اگر اس نے کوئی ناجائز وصیت کی ہے تو اسکو پورا کرنا جائز نہیں، مثلاً کسی نے یہ وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد میرا چالیسواں کرنا، یا میرے مرنے کے بعد فلاں مزار پر چادر چڑھا دینا وغیرہ، اس قسم کی ناجائز وصیتوں کو پورا نہیں کیا جائیگا، اور وارثین کے لئے بھی اس کو پورا کرنا جائز نہیں۔ البتہ جو جائز وصیت کی تو اسکو ایک تہائی حصے تک پورا کیا جائیگا۔ مثلاً اسکی کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں جن کو وہ پورا نہیں کر سکا، اور مرنے سے پہلے اس نے وصیت کر دی کہ میری نمازوں کا فدیہ ادا کر دینا۔ یا مثلاً روزے کچھ چھوٹ گئے تھے، جن کی وہ زندگی میں قضا نہیں کر سکا، اور وصیت کر دی کہ میرے

روزوں کا فدیہ ادا کر دینا یا اس پر حج فرض ہو چکا تھا، لیکن زندگی میں وہ حج پر نہیں جاسکا، اور وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے حج بدل کر دینا، یا مثلاً اس نے وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد فلاں مسجد کی تعمیر میں دس ہزار روپے میرے مال میں سے لگا دینا، یا فلاں شخص کو یا فلاں دوست کو اتنے پیسے میری طرف سے بطور امداد کے دیدینا، یا اتنے پیسے خیرات کر دینا وغیرہ وغیرہ، یہ سب جائز وصیتیں ہیں، لہذا ایک یا ایک سے زائد وصیتیں کی ہوں تو اسکے باقی مال کے ایک تہائی کی حد تک ان کو پورا کرنا واجب ہے، اگر وراثت ان کو پورا نہیں کریں گے تو گناہ گار ہونگے۔ البتہ مرنے والے نے جو وصیت کی ہے، اگر وہ ایک تہائی مال کے ذریعہ پوری نہیں ہوتی تو اس صورت میں وارثین کے ذمے صرف ایک تہائی کی حد تک اس وصیت کو نافذ کرنا واجب ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت نافذ کرنا اور نہ کرنا وارثین کے اختیار میں ہے، اسلئے کہ دو تہائی مال میں شرعاً وارثین کا حق ثابت ہو چکا ہے۔

چوتھا حق ”وراثت“

چوتھا حق یہ ہے کہ وصیت نافذ کرنے کے بعد جو دو تہائی مال بچے، اسکو شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق وارثین میں تقسیم کر دیا جائے، اس چوتھے حق کے بارے میں آجکل ہمارے معاشرے میں بڑی غفلت پائی جا رہی ہے، اور بہت سے لوگ تو یہ جانتے ہی نہیں کہ مرنے والے کے مال کو وارثین میں تقسیم کرنا چاہئے، اور جو لوگ جانتے ہیں کہ یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے لیکن اسکے باوجود ان میں سے بہت سے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے، بلکہ جس وارث کے قبضے میں جو مال ہوتا ہے، وہی اس کا مالک بن بیٹھتا ہے جسکی وجہ سے وہ سنگین گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس غفلت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آجکل روزانہ

کثرت سے اموات ہو رہی ہیں، مرد بھی مر رہے ہیں، عورتیں بھی انتقال کر رہی ہیں، بچے بھی موت کے آغوش میں جا رہے ہیں، اس کثرت اموات کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ شر کے اندر جتنے دارالافتاء ہیں ان سب میں تقسیم میراث کے بیسیوں سوالات حل طلب ہوتے، اسلئے کہ ہر مرنے والے کی میراث تقسیم کرنا پسماندگان پر فرض ہے، اور جب تقسیم میراث فرض ہے، تو اسکے صحیح اور شرعی طریقوں کے بارے میں معلوم کرنا فرض ہے، لیکن تقسیم میراث کے سوالات کی کوئی کثرت نہیں۔

میت کے مال کو استعمال میں لانا

بہر حال جو نہی کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو انتقال ہوتے ہی اس کی میراث کا تمام مال اسکی ملکیت سے نکل کر ورثاء کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے، اور تمام ورثاء اسکے مشترکہ مالک بن جاتے ہیں، حتیٰ کہ سوئی دھاگے میں بھی تمام ورثاء شریک ہو جاتے ہیں، لہذا اگر تمام ورثاء عاقل بالغ ہیں، وہ سب خوشی سے کسی شخص کو مرنے والے کے سامان کے استعمال کی اجازت دیدیں، تب تو اس سامان کو استعمال کرنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی وارث استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ وہ مال کو تقسیم کروانا چاہتا ہے۔ یا کوئی وارث موجود نہیں، بلکہ غائب ہے، جسکی وجہ سے اسکی رضامندی کا ہمیں علم نہیں، یا کوئی وارث نابالغ ہے، جسکی رضامندی کا اعتبار نہیں، ان تمام صورتوں میں مرنے والے کے مال کو کسی بھی شخص کیلئے یہاں تک کہ کسی وارث کیلئے بھی میت کے مال کو اپنے استعمال میں لانا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی بیمار کی عیادت کیلئے

تشریف لے گئے اسکی عیادت کی اور ابھی آپ وہیں بیٹھے تھے کہ آپ کی موجودگی میں اس مریض پر نزع کی کیفیت طاری ہو گئی، یہ حالت دیکھ کر آپ نے واپس جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور یہ سوچا کہ یہ شخص اب تھوڑی دیر کا مسلمان ہے اسلئے اب اسکے پاس ہی بیٹھے رہنا چاہئے، اس مریض کے قریب ایک چراغ جل رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا، اور جیسے ہی اس کا انتقال ہوا، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ چراغ بجھا دیا، دوسرے لوگوں نے کہا کہ حضرت! آپ نے چراغ بجھا دیا، حالانکہ اس وقت تو روشنی کی ضرورت تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہی وقت اس چراغ کے بجھانے کا تھا، اسلئے کہ جب تک یہ شخص زندہ تھا، یہ چراغ اسکی ملکیت تھا، اور اب اسکے انتقال کے بعد یہ چراغ اسکے وارثوں کی ملکیت میں چلا گیا، اور اب وارثوں کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا ہمارے لئے جائز نہیں، اسلئے میں نے یہ چراغ بجھا دیا۔ اس واقعہ سے امام صاحب کی احتیاط اور تقویٰ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہماری بد احتیاطی

دوسری طرف ہماری بد احتیاطی دیکھئے کہ مرنے والے کے انتقال کے بعد کس طرح ہم بے باکی سے اسکے مال پر ناحق قابض ہو کر اس میں بے جا تصرف کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اسکو ورثاء تک نہیں پہنچاتے، اور ان کو ان کا حق نہیں دیتے، بلکہ جس کے قبضے میں جو مال آجاتا ہے، وہ اس کا مالک بن جاتا ہے، اور اسکو جس طرح چاہتا ہے، استعمال کرتا ہے۔ یہ عمل بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اور وارثوں کو ان کا حق نہ پہنچانا ظلم عظیم ہے۔ اگر دنیا میں نہیں دیا تو آخرت میں دینا پڑیگا۔

میراث تقسیم نہ کرنے میں تین ظلم

ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا کہ

میراث تقسیم نہ کرنے کے نتیجے میں انسان تین طرح سے ظلم کا ارتکاب کرتا ہے۔ پہلا ظلم یہ ہے کہ یہ مال میراث اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کیلئے ایک انعام ہوتا ہے جو پسماندگان کو بلا مشقت اور بغیر محنت کے حاصل ہو جاتا ہے، لہذا یہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاہی تحفہ ہے، لہذا پسماندگان پر یہ فرض تھا کہ اس شاہی انعام کو اسکے حقداروں تک پہنچاتے، اور جب انہوں نے حقداروں تک نہیں پہنچایا اور غصب کر کے بیٹھ گئے اور اس میں تصرف شروع کر دیا، تو انہوں نے اس انعام میں خیانت کی اور یہ خیانت ظلم عظیم ہے۔ ایک ظلم تو یہ ہوا۔

دوسرا ظلم یہ ہے کہ یہ مال میراث ہمارے بھائی کا حق تھا، جو ہم نے مار لیا، اسلئے کہ جب باپ کا انتقال ہو جاتا ہے تو سارے بہن بھائی باپ کے مال میں شریک ہو جاتے ہیں، اور مرنے والے کی بیوی بھی اس میں حصہ دار بن جاتی ہے۔ اور جب ہم وہ مال دبا کر بیٹھ گئے اور ان کا حق مار لیا تو ظاہر ہے دوسرے کا حق مارنا بھی ظلم ہے، اور جیسے دوسرے کی زمین چھین لینا، یا کسی کاروبار چھین لینا ظلم ہے۔ اسی طرح کسی کا حصہ میراث غصب کر لینا، اور حقدار کو نہ پہنچانا بھی ظلم ہے۔

تیسرا ظلم ہے ورثاء کو حق نہ دینے کا، یہ ظلم کئی پشتوں تک چلتا ہے، اسلئے کہ جب تقسیم کرنے کا رواج ہی نہیں ہے، اور باپ کے مرنے کے بعد بیٹوں نے میراث تقسیم نہیں کی، اور بیٹوں کے مرنے کے بعد پوتوں نے میراث تقسیم نہیں کی، اور پھر بغیر تقسیم کے یہ سلسلہ آگے چلتا رہتا ہے، تو اسکے نتیجے میں سارا وبال اور عذاب پہلے نمبر کے پسماندگان پر آئیگا جنہوں نے اپنے باپ کی میراث شریعت کے مطابق تقسیم نہیں کی۔

مرنے کے فوراً بعد میراث تقسیم کر دیں

اسلئے جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کی فکر پیدا فرمائی ہے، وہ سب سے پہلے تقسیم میراث کا اہتمام کرتے ہیں، اور شریعت کا حکم بھی

یہی ہے کہ انتقال کے بعد سب سے پہلے اسکے غسل اور کفن و دفن کا اہتمام کیا جائے، اور اسکے قرضوں کو ادا کیا جائے، اسکے بعد اسکی وصیتوں کو ایک تہائی مال کی حد تک پورا کیا جائے۔ اسکے بعد سب سے اہم ترین فرض یہ ہے کہ اسکی میراث تقسیم کی جائے اور جتنی جلدی مرنے والے کی میراث کو تقسیم کر دیا جائیگا، اتنی جلدی انسان کو عافیت مل جائیگی، اور میراث کی تقسیم میں جتنی دیر ہوگی، اتنی ہی اس میں الجھنیں، دشواریاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی، یہاں تک کہ بھائی بھائی کا گلہ کاٹنے کیلئے تیار ہو جائیگا۔

وجہ یہ ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے، اس وقت تمام پسماندگان کے دل نرم ہوتے ہیں اور دل میں مرنے والے کا صدمہ ہوتا ہے، اس وقت دنیا کی محبت دل سے کافی نکلی ہوئی ہوتی ہے، اس وقت تقسیم کا معاملہ بہت آسان ہوتا ہے، اور جوں جوں مرنے والے کا صدمہ کم ہوتا چلا جاتا ہے، دنیا کی محبت دل میں بڑھتی چلی جاتی ہے، جسکے نتیجے میں تقسیم میراث کا مسئلہ پیچیدہ اور مشکل ہوتا چلا جاتا ہے، اور ہر شخص اپنی من مانی کرنے لگتا ہے۔

حضرت تھانویؒ اور حقوق العباد کا اہتمام

میرے دادا محترم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم اور تربیت میں خاص طور پر یہ بات نمایاں تھی کہ ان کے ہاں حقوق العباد ادا کرنے اور کروانے کا بہت ہی اہتمام تھا اور اسکی بہت زیادہ تاکید فرمایا کرتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں اہتمام حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات میں سے ہے، بلکہ اس زمانے میں کسی شخص کا حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرنا اس بات کی علامت تھی کہ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہے۔ چونکہ تقسیم میراث بھی

حقوق العباد میں داخل ہے، اسلئے حضرت تھانویؒ کے مریدین میں اس کا بھی خاص اہتمام پایا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دادا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بھی تقسیم میراث کی بہت فکر پائی جاتی تھی۔

خوف خدا یہ کام کرا دیتا ہے

چنانچہ میرے دادا رحمۃ اللہ علیہ تک جو میراث پہنچی تھی، وہ اوپر کی کئی پشتوں سے تقسیم نہیں ہوئی تھی، ان کو بہت فکر ہوئی کہ اس مال کے بہت سے ورثاء حقدار ہیں، اسلئے کہ کئی پشتوں سے تقسیم نہیں ہوئی، لہذا انہوں نے دور دور کے ورثاء تلاش کر کے اور ان سب کے حصے علیحدہ کئے، اور ہر ایک کے نام کے لفافے بنائے، اور ان لفافوں میں ان حصوں کو رکھا، اور زمانے کے لحاظ سے کسی لفافے میں دو آنے رکھے، کسی میں چار آنے، کسی میں آٹھ آنے رکھے، کسی میں ایک روپیہ، کسی میں دو روپے رکھے، اور پھر وارثوں کو تلاش کر کے ان تک ان کا حصہ پہنچایا۔ اب ظاہر ہے دو آنے اور چار آنے پہنچانے کا عمل کتنا مشکل ہوگا، لیکن یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو، یہاں ہم لاکھوں روپے بھی کھا کر بیٹھ جائیں تو کوئی پرواہ نہیں، لیکن وہاں دو دو آنے پہنچانے کی فکر ہو رہی تھی۔ اگر خوف خدا ہو تو دو آنے پہنچانا بھی آسان ہے، اور اگر خوف خدا نہ ہو تو لاکھوں روپے بھی کھا جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔

میرے دادا کا معمول

میرے دادا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی معمول تھا کہ جب برادری میں کسی شخص کا انتقال ہو جاتا، تو آپ اسکو دفنانے کے بعد قبرستان سے سیدھے میت کے گھر تشریف لیجاتے، اور دروازے کے باہر بیٹھ جاتے۔ غربت کا زمانہ تھا، لوگوں

کے پاس بہت زیادہ دولت نہیں ہوتی تھی۔ گھر والوں سے کہتے کہ مرنے والے نے جو کچھ مال چھوڑا ہے وہ باہر لے آؤ، میں اسکو وارثین میں تقسیم کر دوں، چنانچہ گھر والے اس کا جو کچھ مال ہوتا، وہ باہر بھیجتے، اور حضرت دادا جان مرحوم اسی وقت وہیں بیٹھے بیٹھے میراث تقسیم فرما کر اپنے گھر تشریف لیجاتے۔ اور اصل طریقہ بھی یہی ہے کہ تجمیز و تکفین اور تدفین کے بعد پہلا کام یہ ہو کہ جتنی جلدی ہو سکے، مرنے والے کی میراث تقسیم کر دی جائے، اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

دوسروں کا مال و بالینا ظلم ہے

خدا نخواستہ۔ اگر ذہن میں یہ ہے کہ ہم میراث تقسیم ہی نہیں کریں گے تو یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی وارث کو میراث سے محروم کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں اسکے حصے سے محروم کر دیں گے۔
(ابن ماجہ)

لہذا کسی وارث کا حق مارنا بڑے وبال اور عذاب کی چیز ہے۔
ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سنو! تم کسی پر ظلم نہ کرو! خبردار! کسی مسلمان کا مال اسکی خوشدلی کے بغیر حلال نہیں (بیہقی)

یعنی ناحق کسی مسلمان کا مال مت کھاؤ، اور مرنے والے کے جتنے ورثاء ہیں، ان سب کا مال میراث میں حصہ ہے، لہذا ان کی رضا مندی کے بغیر اسکو اپنے پاس رکھنا، یا اپنے استعمال میں لانا، کھانا پینا ظلم اور ناجائز ہے۔

ایک دوسری حدیث میں اسی کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سنو! اگر تم نے

اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہے تو آج ہی اس سے معاف
 کرالو، اس دن کے آنے سے پہلے جس دن نہ روپیہ ہوگا،
 اور نہ پیسہ ہوگا، اور نہ درہم ہونگے، نہ دینار بلکہ اس دن یہ
 ہوگا کہ اگر ظالم کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس نے
 اپنے مسلمان بھائی پر جتنا ظلم کیا ہوگا، اسکے بقدر اسکی
 نیکیاں تمہارے مظلوم بھائی کو دیدی جائیں گی، اور اگر ظالم کے
 پاس نیکیاں نہ ہونگی تو پھر تمہارے مظلوم بھائی کے گناہ اس ظلم
 کے برابر ظالم کے اوپر ڈال دئے جائیں گے (بخاری)

مرنے کے بعد ایک سوئی کے برابر مال میں بھی تمام ورثاء حصہ دار اور شریک ہو جاتے
 ہیں، لہذا انکی رضا مندی کے بغیر مال میراث کا استعمال کیسے جائز ہوگا؟
 خصوصاً ورثاء کے اندر نابالغ بھی ہوں تو پھر معاملہ اور زیادہ سنگین ہو جاتا
 ہے، اسلئے کہ نابالغوں اور یتیموں کا مال کھانے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے:
 فرمایا:

ان الذین یا کلون اموال الیتامی
 ظلما اما یا کلون فی بطونہم نارا،
 وسیصلون سعیرا ○ (سورۃ النساء: آیت نمبر ۱۰)
 بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً یعنی ناحق کھاتے
 ہیں۔ وہ صرف اور صرف اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے
 ہیں، اور عنقریب دھکتی ہوئی آگ میں داخل کئے جائیں
 گے۔

وہ ظلم جو ہمارے معاشرے میں پھیلا ہوا ہے

مال میراث تقسیم نہ کرنے پر اتنا بڑا وبال اور عذاب ہے، لیکن اسکے باوجود

آج ہمارے معاشرے میں میراث تقسیم کرنے کا رواج ہی نہیں، باپ مرجاتا ہے تو بیٹے مالک بن بیٹھتے ہیں، کوئی بھائی اپنی بہنوں کو ان کا حصہ میراث نہیں دیتا۔ نہ بیوی کو میراث ملتی ہے، نہ ماں کو میراث ملتی ہے اور نہ بیٹیوں کو میراث ملتی ہے، اسی طرح نابالغ بچوں کو بھی میراث نہیں ملتی، اسی طرح جو بھائی باپ کی زندگی سے ماتحت بن کر رہ رہے ہیں، اور ان کے قبضے اور اختیار میں کاروبار نہیں ہے، ان کو بھی میراث نہیں ملتی، اور عام طور پر ایسے بھائی فتویٰ لینے آتے ہیں جن کے قبضہ میں کاروبار نہیں ہوتا، اور جو بھائی کاروبار پر قابض ہوتے ہیں، اور باپ کے کاروبار کے منتظم اور چلانے والے ہوتے ہیں، وہ اس فتوے کو دیکھ کر انکار کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس فتوے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم اسکو نہیں مانتے، یہ وہ ظلم ہے جو آج ہمارے معاشرے میں نہ جانے کب سے چل رہا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ

ایک بزرگ نے بڑی عبرت کا واقعہ سنایا کہ ان کے زمانے میں ایک بہت بڑے عالم تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو انتقال کے بعد ان کے کسی شاگرد نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ عالم برہنہ جسم کے ساتھ ایک چٹیل میدان میں دوپہر کی سخت گرمی سے بے چین ہو کر اور پریشان ہو کر ادھر سے ادھر دوڑ رہے ہیں، بے قرار اور بے چین ہیں، شاگرد نے ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے تو ساری زندگی اطاعت میں، عبادات میں، خدمت دین میں گزاری، مخلوق کی اصلاح اور تربیت میں گزاری، کیا ان میں سے کوئی عبادت قبول نہیں ہوئی؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جن اعمال صالحہ کی توفیق دی تھی، وہ سب قبول ہو گئے لیکن جس عذاب کے اندر میں مبتلا ہوں، وہ ایک سوئی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انتقال سے چند روز پہلے

میں اپنا کپڑا سینے کیلئے سوئی مانگ لایا، اور پھر کپڑا سی کر سوئی الماری میں رکھ دی، واپس کرنا یاد نہ رہا، اور اسکے بعد میرا انتقال ہو گیا۔ اب یہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو، اسی ایک سوئی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ تم صبح بیدار ہو کر میرے گھر جانا، اور گھر والوں سے کہنا کہ الماری میں فلاں جگہ پر وہ سوئی رکھی ہوئی ہے، وہ تم لیکر میرے فلاں پڑوسی کو پہنچا دینا، تاکہ مجھ سے یہ عذاب دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ شاگرد صبح اٹھ کر سیدھے استاذ کے گھر پہنچے، اور گھر والوں سے پوچھا کہ فلاں الماری میں فلاں جگہ پر کوئی سوئی رکھی ہے یا نہیں؟ گھر والوں نے دیکھ کر بتایا کہ ہاں رکھی ہے، اس نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے، یہ سوئی کس کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں! مرحوم فلاں پڑوسی سے لائے تھے، اور ہم نے سوچا کہ ذرا آنے جانے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو یہ سوئی ان کو واپس کر دیں گے۔ شاگرد نے بتایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ اس سوئی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہیں، اسلئے وہ سوئی تم مجھے دے دو تاکہ میں جلدی سے وہ پڑوسی کو پہنچا دوں، اور ان کی طرف سے تاخیر کی معافی بھی مانگ لوں۔ چنانچہ شاگرد نے وہ سوئی لیکر پڑوسی کو دی، اور ان کو بتایا کہ اس سوئی کی وجہ سے حضرت کو بڑا عذاب ہو رہا ہے، وہ پڑوسی بھی سن کر رو پڑا کہ اتنی معمولی چیز کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے، میں نے اللہ کیلئے ان کو معاف کیا، یا اللہ، آپ بھی اپنی رحمت سے ان کو معاف فرمادیں، اور ان کا عذاب دور فرمادیں۔ وہ شاگرد کہتے ہیں کہ جب رات کو میں سویا تو پھر دوبارہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا، لیکن اب منظر بدلا ہوا تھا۔ اب حضرت ایک خوبصورت اور سرسبز و شاداب باغ کے بیچوں بیچ ایک مسہری پر آرام فرما رہے ہیں، چاروں طرف حشم خدم موجود ہیں، پھلوں اور پھولوں کے درخت لگے ہوئے ہیں اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، میں نے قریب جا کر ان کو سلام کیا۔ اور پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جس وقت تم نے پڑوسی کو سوئی پہنچائی، اور اس نے یہ کہا کہ میں اللہ کیلئے معاف کرتا ہوں، بس اسی لمحے میرا وہ

عذاب نل گیا، اور جو نعمتیں تم دیکھ رہے ہو، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے دین کی خدمت کی جو توفیق عطا فرمائی تھی، اس کا صلہ ہے۔

دو صحابہ کرامؓ کا ایک عجیب معاہدہ

بہر حال، یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر خدا نخواستہ کسی بندے کا حق ہم پر واجب رہ گیا تو پہلے اسکی سزا بھگتنی پڑیگی۔ اس بارے میں ایک صحابی کا قصہ سن لیجئے، جو احادیث میں موجود ہے، وہ یہ ہے کہ دو صحابی تھے، ایک حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، اور ایک حضرت صعّب بن حشامہ رضی اللہ عنہ، یہ دونوں صحابی آپس میں گہرے دوست تھے، ایک مرتبہ حضرت صعّب رضی اللہ عنہ اپنے دوست حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے: تم مجھ سے ایک معاہدہ کرو، انہوں نے پوچھا کیا معاہدہ؟ انہوں نے فرمایا یہ معاہدہ کرو کہ ہم میں سے جس شخص کا پہلے انتقال ہو جائے، وہ خواب میں دوسرے سے ضرور ملاقات کرے، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا ایسا ممکن بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ممکن ہے۔ حضرت عوف بن مالک نے فرمایا کہ اگر ممکن ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ چنانچہ یہ معاہدہ ہو گیا۔

دس دینار کی وجہ سے عذاب

خدا کی شان، پہلے حضرت صعّب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، جو خود معاہدہ کرنے والے تھے، انتقال کے بعد پہلی ہی رات خواب میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کیلئے تشریف لے آئے، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ کیسی گزری؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے پیشی ہوئی؟ حضرت صعّب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بڑی مشکل اور بڑی دشواری کے بعد اب نجات ہوئی ہے۔ بات کرتے کرتے حضرت عوف بن مالکؓ نے دیکھا

کہ ان کی گردن پر جلنے کا سیاہ داغ لگا ہوا ہے، انہوں نے حضرت صعّب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ جلے ہوئے کا داغ کیسا ہے؟ حضرت صعّب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ دراصل میں نے ایک ضرورت کیلئے ایک یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے، اور وہ قرض میں ابھی ادا نہیں کر سکا تھا کہ میرا انتقال ہو گیا، ان دس دیناروں کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ دینار مجھے داغے گئے، یہ سیاہ داغ جو تم دیکھ رہے ہو، یہ اسکے داغے جانے کا نشان ہے۔ وہ دس دینار اب بھی میرے گھر میں میرے ترکش کے اندر رکھے ہوئے ہیں، تم صبح سویرے میرے گھر جا کر گھر والوں سے ترکش لینا، اور اس میں سے دس دینار نکال کر فلاں شخص کو ادا کر دینا، تاکہ میری تکلیف ختم ہو جائے۔

انگلیوں میں تکلیف

اسی طرح حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت صعّب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کی انگلیوں پر کپڑا پٹا ہوا ہے، اور ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ وہ انگلیاں اندر سے بہت زیادہ زخمی ہیں، انہوں نے پوچھا کہ آپ کی انگلیوں میں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس تکلیف میں انتقال ہوا، وہ تکلیف اتنی شدید تھی کہ اس کی شدت کی وجہ سے میں نے اپنی انگلیاں چبالی تھیں اور اسکے بعد جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے، ہم اسکو درست نہیں کریں گے۔ میں نے اسکو اس لئے چھپایا ہے کہ اگر آپ اسکو دیکھیں گے تو آپ کو بھی تکلیف ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح اٹھ کر سب سے

پہلے میں ان کے گھر گیا، اور ان سے ترکش مانگا، تو اس میں واقعی دس دینار رکھے ہوئے تھے، اور غالباً وہ دینار استعمال میں بھی نہیں آئے تھے، میں نے جا کر ان کا یہ قرض ادا کر دیا۔ اور اسکے بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور خواب کا سارا واقعہ بیان کیا، اور بتایا کہ میں نے ان کا قرض تو ادا کر دیا ہے، لیکن ان کو انگلیوں کی تکلیف بہت شدید ہے جو مجھ سے دیکھی نہ گئی، اسکے لئے آپ دعا فرمادیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک اٹھائے، اور ان کیلئے دعا کی کہ یا اللہ ان کو معاف فرما۔ دوسری رات جب میں سویا تو حضرت صعب رضی اللہ عنہ پھر خواب میں آئے، اور اب انکی گردن کا داغ بھی دور ہو چکا تھا، اور ان کی انگلیاں بھی ٹھیک ہو چکی تھیں۔

(عالم برزخ دابن ابی الدنیا بتصرف)

جہیز دینے سے بیٹیوں کا حصہ میراث ختم نہیں ہوتا

یہ دو واقعات آپ نے سنے، پہلا واقعہ ایک بہت بڑے بزرگ کا تھا، اور دوسرا واقعہ ایک صحابی کا تھا، ان بزرگ کو ایک سوئی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ اور ان صحابی کو صرف دس دینار کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ میرے عزیزو! اگر ہم میراث تقسیم نہ کرنے کے گناہ کا ارتکاب کریں گے تو پھر کس قدر شدید عذاب میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بہت سے لوگ اتنا تو کر لیتے ہیں کہ بیٹیوں کو میراث دیدی لیکن یہ کتنا بڑا ظلم عظیم ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے کہ بہنوں کو اور بیٹیوں کو میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اول تو بہنیں میراث کا مطالبہ ہی نہیں کرتیں، اگر مطالبہ کرتی ہیں تو بھائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ والد صاحب نے تمہاری شادی کے موقع پر تمہارا جو جہیز تیار کر کے دیا تھا، اسکے ذریعہ تمہارا حق ادا ہو گیا۔ یاد رکھئے یہ

جواب بالکل غلط ہے، اسلئے کہ زندگی میں باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے، وہ ہدیہ اور تحفہ ہے، اس کا میراث سے کوئی تعلق نہیں، اسلئے کہ میراث تو وہ مال ہے جو انسان مرتے وقت چھوڑ کر جاتا ہے، اور اس میں سارے ورثاء اپنے اپنے حصے کے مطابق حق وار ہوتے ہیں۔ زندگی میں کسی وارث کو کچھ مال دینے سے آدمی اسکی میراث سے محروم نہیں ہوتا، اور میراث سے اس کا حصہ ختم نہیں ہوتا۔

بھائی چاہئے یا مال چاہئے؟

اللہ بچائے — بعض بھائی اپنی بہنوں کو جب وہ اپنا حصہ میراث مانگنے لگتی ہیں تو وہ یہ ایذا دینے والا جواب دیتے ہیں کہ یہ بتاؤ بھائی چاہئے، یا مال چاہئے؟ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر تم اپنی میراث کا حصہ مانگتی ہو تو ہمیشہ کیلئے ہمارا اور تمہارا رشتہ ختم، اب ہم تمہیں نہ کبھی بلائیں گے، نہ کھلائیں گے، اور نہ تمہارے پاس آئیں گے، نہ تمہارے مرنے میں شریک ہونگے نہ جینے میں — لیکن اگر تم اپنا حصہ میراث چھوڑتی ہو تو ہم تمہارے بھائی ہیں، تمہیں ہر موقع پر پوچھیں گے، اور تمہاری غمی اور خوشی میں بھی شریک ہونگے اسطرح بہنوں اور بیٹیوں پر یہ ظلم عظیم روار کھا جا رہا ہے۔

بہنوں سے دست برداری کرا لینا درست نہیں

بعض لوگ جو بہت زیادہ دیندار بنتے ہیں، وہ بہنوں سے ان کے حصہ کی اپنے حق میں دست برداری کرا لیتے ہیں، اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنے حصہ میراث سے ہمارے حق میں دست بردار ہو جاؤ، چنانچہ بہنیں زبانی طور پر اپنا حصہ میراث چھوڑتے ہوئے یہ کہہ دیتی ہیں کہ ہم نے اپنا حصہ

میراث آپ کے حق میں چھوڑ دیا۔ اور ہم دست بردار ہوتے ہیں — اسکے بعد بیٹے یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم اکیلے ہی اس میراث کے حق دار ہیں، بیٹیاں اور بیوی سب محروم ہو گئے — یاد رکھئے: اس طرح زبانی دست برداری کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور اسکے ذریعہ بہنوں کا حصہ میراث بھائیوں کی ملکیت میں نہیں آتا، اور ان بھائیوں کیلئے بہنوں کا حصہ حلال نہیں ہوتا کہ وہ بہنوں کے حصہ میراث کو اپنے استعمال میں لائیں۔

ہندوانہ ذہنیت

اور یہ تصور کہ بیٹیوں کو ہم کیوں میراث دیں، یہ ہندوانہ تصور ہے، ہندو تہذیب کے اندر عورت کیلئے کوئی میراث نہیں ہوتی، زندگی میں باپ نے بیٹی کو جو کچھ دیدیا وہ دیدیا، لیکن باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ ہے، وہ سب بیٹوں کا ہے، اس میں عورتوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، وہی اثر ہماری تہذیب اور ہمارے معاشرے میں بھی پایا جا رہا ہے، اور اسی ہندوانہ تصور کی بنیاد پر یہ ساری باتیں ہوتی ہیں جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیں۔

بہنوں کا حصہ پہلے ان کے قبضے میں دو

لہذا ان حالات میں پہلے بہن کا حصہ اور بیٹی کا حصہ ان کے ہاتھ میں دیں اور انہیں پورا پورا اختیار دیں کہ وہ اسکو جہاں چاہیں خرچ کریں، ان کو دینے سے پہلے ان خواتین کا لحاظ اور مروت میں یہ کہنا کہ ہمیں اپنا حصہ نہیں چاہئے، اس کہنے کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ ایک طرف تو پہلے سے حصہ نہ دینے کا دستور چلا آ رہا ہے، اور دوسری طرف بھائیوں کے دلوں میں بہنوں کو نہ دینے کیلئے مختلف حیلے اور بہانے پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور ان بھائیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ جائیداد، یہ کارخانہ، یہ دوکان، یہ بنگلہ اور مکان سب ہمارے پاس رہ

جائے، بہنوں کے پاس نہ جائے۔ لہذا بھائیوں کو چاہئے کہ وہ نہایت خوش دلی کے ساتھ اور فراخ دلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کو سامنے رکھتے ہوئے اور آخرت کی پکڑ کے خوف سے ہر وارث کا پورا پورا حصہ علیحدہ کر کے ان کے قبضے میں دیدیں اور ان بہنوں اور بیوہ سے کہہ دیں کہ پہلے اپنا حصہ محفوظ کر لو، تاکہ ہم عند اللہ بالکل بری الذمہ ہو جائیں، اسکے بعد تمہیں اختیار ہے، اسکو جہاں چاہو خرچ کرو، چاہے اسکو خیرات کرو، یا اس سے مسجد بنواؤ یا اسکو تم اپنے استعمال میں لاؤ۔

گھر کے اسباب و سامان پر بیوہ کا قبضہ

بعض جگہ یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کے انتقال کے بعد کارخانے اور دکان اور کاروبار پر تو لڑکوں کا قبضہ ہو جاتا ہے، اور گھر میں جتنا استعمال کا سامان ہوتا ہے، وہ سب بیوہ کے قبضے میں آجاتا ہے، اور وہ بیوہ اسکی مالک بن بیٹھتی ہے، وہ اس میں جس طرح چاہتی ہے، تصرف کرتی ہے، یاد رکھئے: بیوہ کا گھر کے اسباب و سامان پر قبضہ کر لینا اسی طرح ناجائز ہے، جس طرح لڑکوں کا جائیداد وغیرہ پر قبضہ کرنا ناجائز ہے۔

پہلے فتویٰ حاصل کر لیں

لہذا مرنے والے کے انتقال کے بعد وارثین کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ایک سوال تیار کریں کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، فلاں فلاں وارث چھوڑے ہیں، ان کی میراث وارثین کے اندر ہم کس طرح تقسیم کریں، جب جواب آجائے تو پھر تمام ذمہ داروں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس جواب کے مطابق میراث کی تقسیم کا اہتمام کریں۔ ورنہ اگر خدا نخواستہ کسی کے

پاس ایک بالشت زمین بھی دوسرے وارث کی آگئی تو اس پر بڑا ہولناک عذاب اور وبال ہوگا۔

خوفناک عذاب اور وعید

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دوسرے کی ایک بالشت زمین بھی ناحق غصب کر لی تو قیامت کے دن اس ایک بالشت زمین کی مٹی ساتوں زمینوں سے نکال کر اس کا ہار بنا کر اس غصب کرنے والے کے گلے میں ڈال دیا جائیگا (بخاری) ایک روایت میں یہ ہے کہ جس نے ایک بالشت زمین غصب کی ہے، قیامت کے روز جب وہ اپنی قبر سے اٹھیگا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکم ملے گا کہ ساتوں زمین تک اس ایک بالشت زمین کو کھودو، جب وہ کھودیگا تو جو مٹی نکلے گی، اس کا ہار بنا کر اسکے گلے میں پہنا دیا جائیگا، اور جب تک حساب و کتاب ختم نہیں ہوگا، وہ اس عذاب میں گرفتار رہیگا، (احمد) ایک اور روایت میں ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر لی تو ساتویں زمین تک اس شخص کو اس زمین میں دھنسا یا جائیگا (بخاری) اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، آمین — لہذا اگر اس مٹی کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا جائیگا تو اس صورت میں ٹنوں مٹی اسکے گلے میں آجائیگی، اور جس صورت میں اسکو دھنسا یا جائیگا تو ٹنوں مٹی کے نیچے وہ دھنستا چلا جائیگا۔ بتائیے یہ کتنا دردناک اور خوفناک عذاب ہے۔

یتیم کا مال کھانا حرام ہے

اور میراث کو تقسیم نہ کرنا بھی اسی وعید میں داخل ہے، اسلئے تقسیم میراث کیلئے ہمیں بہت اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے معاشرے میں اس کا رواج ہی ختم ہو چکا ہے، اور ہر شخص اپنی مرضی سے مرنے والے کی میراث کو استعمال

کرتا چلا جاتا ہے — خصوصاً جبکہ وارثین کے اندر نابالغ اور یتیم ہوں تو پھر یہ اور زیادہ وبال اور عذاب کا سبب ہے، اسلئے کہ ناحق یتیم کا مال کھانا حرام ہے، اور عموماً وارثین میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں، ان کے بڑے بھائی اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ان یتیم بچوں کا ایک ایک پائی کے اندر حصہ ہے، ان کا حصہ ہم کیسے استعمال کر سکتے ہیں، اسلئے ان بڑے بھائیوں کو چاہئے کہ جلدی سے میراث تقسیم کر کے نابالغوں کا حصہ الگ کریں، پھر جو بالغ ورثاء ہیں، وہ اگر چاہیں تو اپنے حصے مشترک طور پر باہمی رضا مندی سے استعمال کر لیں، اور چاہیں تو اپنا اپنا حصہ الگ کر کے استعمال کریں۔

حقیقی مفلس کون؟

وہ حدیث ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے جس کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ بتاؤ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہم اس شخص کو مفلس کہتے ہیں جسکے پاس پیسے نہ ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقی مفلس یہ نہیں ہے، حقیقی مفلس وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حالت میں حاضر ہو گا کہ اسکے پاس نیکیوں کے پہاڑ ہونگے، اس نے بہت ساری نمازیں پڑھی ہونگی، اور ذکر اور تسبیحات پڑھی ہونگی، صدقہ خیرات کیا ہوگا۔ لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے گا تو دوسری طرف سے وہ اہل حقوق حاضر ہو جائینگے، جن کے اس نے حقوق غصب کئے ہونگے، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا، کسی کو ستایا ہوگا، کسی کو تکلیف پہنچائی ہوگی، اس طرح تمام اہل حقوق آکر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ یا اللہ، اس شخص کی طرف ہمارا یہ حق نکلتا ہے، ہمارا یہ حق نکلتا ہے، اور وہاں آخرت میں روپے پیسے تو چلیں گے نہیں، وہاں تو نیکیوں کا

سکہ چلے گا، اور حقوق کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعے ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ان اصحاب حقوق کے درمیان اس شخص کی نیکیاں تقسیم کرنا شروع کر دیں گے، حتیٰ کہ نیکیوں کے پاڑ ختم ہو جائیں گے، مگر اہل حقوق پھر بھی باقی رہ جائیں گے، پھر دوسرے مرحلے پر یہ کیا جائیگا کہ اصحاب حقوق کے گناہ لیکر اس شخص پر ڈالے جائیں گے، پھر ان گناہوں کے بوجھ کے ساتھ اسکو جہنم میں ڈال دیا جائیگا (مسلم) جب آیا تھا تو جنت میں جانے کا یقین لے کر آیا تھا، لیکن اب وہ جہنم کا رخ کئے ہوئے ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اصل مفلس یہ ہے — کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نے میراث تقسیم نہ کر کے کتنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے حقوق اپنے ذمے لے رکھے ہوں — اللہ تعالیٰ ان حقوق کی ادائیگی ہم سے دنیا کے اندر ہی کرادیں، آمین۔

ہر بندے کے تین رجسٹر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر بندے کے تین رجسٹر ہیں۔ ایک رجسٹر کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں، دوسرے رجسٹر میں جو کچھ درج ہوگا، اللہ تعالیٰ اسکو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے، تیسرے رجسٹر میں جو کچھ درج ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ دلوائیں گے — پھر آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلا رجسٹر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ ہے جس میں وہ حق تلفیاں لکھی ہوں گی جو حقوق اللہ سے متعلق ہوں گی، جیسے نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ میں کوئی کوتاہی کی ہوگی تو وہ سب اس میں درج ہوں گی، ان کوتاہیوں کو اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں گے، اور چاہیں گے تو مواخذہ کر لیں گے — دوسرا رجسٹر وہ ہوگا جس میں کفر اور شرک لکھا

ہوگا، اللہ تعالیٰ بندے کے کفر اور شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے، لہذا کافر اور مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ تیسرا رجسٹروہ ہوگا جس میں بندوں سے متعلق حق تلفیاں درج ہونگی، ایک انسان نے دوسرے انسان کی جو حق تلفیاں کی ہونگی، وہ سب اس میں درج ہونگی، اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ ذرا بھی رعایت نہیں فرمائیں گے، بلکہ پورا پورا بدلہ دلوائیں گے۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کریں

لہذا میرے عزیزو! ہمیں اپنی زندگی اس طرح گزارنی چاہئے کہ نہ تو ہماری زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ ہمارے ہاتھ، پاؤں سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ ہمارے ذمے کسی کا مالی حق باقی رہے۔ میرے استاذ محترم حضرت مولانا سبحان محمود صاحب دامت برکاتہم سنایا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اگر ایک چوٹی بھی کسی کے ذمے نکل رہی ہوگی، اور دنیا میں اس نے اسکو ادا نہ کیا ہوگا تو قیامت کے روز اس چوٹی کے بدلے سات سو مقبول نمازیں ادا کرنی پڑیں گی، میرے عزیزو! قیامت کا دن برحق ہے، اس میں حساب کتاب بھی برحق ہے، اور حقوق العباد کی کوتاہیوں کا رجسٹر بھی بالکل برحق ہے، لہذا ہمیں تقسیم میراث کی کوتاہی سے باز آنا چاہئے، اور تمام وارثوں کو شریعت کے مطابق ان کا حصہ ان کو پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کوتاہی سے باز آنے کی توفیق عطا فرمائے، اور تقسیم میراث کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین